انتفاع نہ ہوگی۔ ایک بچہ مدرسے سے جب آتا کسی بچے کی کوئی نہ کوئی چیز دوات قلم، کتاب، پنسل کبھی اٹھا لاتا، ماں چونکہ جاہل تھی بوجہ غفلت اس طرف توجہ نہ کرتی، نتیجہ یہ ہوا کہ بچے کی یہ حرکت رفتہ رفتہ عادت کی طرف منجر ہوگئی..... یہاں تک کہ اس نے کسی آدمی کی کوئی ایک بڑی چیز چرالی، مدعی نے نالش کی مقدمہ پنچایت میں گیا، سماعت کے بعد فیصلہ بچے کے خلاف چند ماہ قید کی قید پر طے پایا، جب لوگ بچے کو قید کرنے کے لیے چلے تو اس نے کہا مجھے اپنی ماں سے ایک بات کہنی ہے کہہ لینے دو، جب ماں بچے کے پاس پہونچی اور کان اپنے بچے کے پاس لے گئی تو بچے نے ماں کا کان کاٹ لیا، لوگوں کو اس کی اس حرکت پر بڑا غصہ آیا، بچے کی سرزنش کرنے لگے تب بچہ بولا، آپ لوگ مجھے برا نہ کہیے، بلکہ میری اس بری عادت میں ماں کا حصہ بہت زائد ہے اگر اس نے اول ہی روز میری چوری پر میری سرزنش کی ہوتی تو نہ میری عادت بگڑتی اور نہ آج مجھے یہ دن دیکھنا نصیب ہوتا۔ دیکھا آپ نے ماں نے بچے کو چوری کرنے پر آمادہ تو کبھی نہ کیا، مگر اس کی غفلت نے عادت کرادی، یہ سچ ہے کہ اگر ماں نے اوائل ہی میں دو چار دفعہ بچے کو ڈانٹ دیا ہوتا، اور جس کی چیز تھی اس تک واپس کرادیا ہوتا تو بچہ سمجھ جاتا کہ یہ فعل برا ہے اور وہ پھر آگے قدم نہ بڑھاتا، یہ تھی ذرا سی ماں کی غفلت جس نے یوں بچے کی عادت خراب کردی۔ بچوں کی تربیت میں ماؤں کا حصہ بہت زائد ہے کیونکہ باپ تو رزق و معیشت کی فکر میں زائد تر گھر سے الگ ہی رہتا ہے۔ مگر ماں چوبیس گھنٹہ گھر پر ہی رہتی ہے اور بچے گھر پر برابر ہی آتے جاتے رہتے ہیں اس لیے ماں کو ان کی ہر ہر حرکت پر توجہ رکھنی چاہیے کہ وہ برائی کی طرف تو نہیں جا رہے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ معمولی سے معمولی برائی کو بھی قدغن کرنا چاہیے تاکہ بچہ چھوٹی چھوٹی ناقابل توجہ برائیوں سے بڑی بڑی برائیوں کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔

رسولؐ عربی سے منقول ہے کہ بیٹے کا حق باپ پر یہ ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کی تربیت اچھی کرے اور نیک معاش میں لگائے۔

صادقِ آلِ محمدؐ کا ارشاد ہے کہ سات سال تک بچوں کو خوب کھیلنے دو کہ ان کی جسمانی تندرستی بہتر ہو اور نشو ونما آزادی سے ہو سکے، اس کے بعد احکام خدا و رسولؐ و آئمہ اہلبیتؑ انھیں تعلیم دو اور کسی ہنر میں لگانا شروع کرو۔

حضرت پیغمبرؐ کا ارشاد ہے کہ بچوں کی تربیت یہ بھی ہے کہ جب وہ چھ برس کے ہو جائیں تو ایک کے علاوہ دو تین ایک لحاف میں نہ سوئیں۔

بچے کو ابتدا ہی سے لذت پسند نہ بنائیں، ان کی آرائش میں زیادہ اہتمام نہ کریں، ورنہ وہ عادی ہو جائیں گے جو ان کی آئندہ زندگی کے لئے نقصان دہ ہوگا۔

اگر بچے جھوٹ بولیں تو انھیں برابر روکا جائے۔ بدزبانی کریں تو ان کی سرزنش کی جائے، بُرے حرکات پر لعنت بتائی جائے۔

شیرینی کی عادت زائد بچوں کو نہ دلائیں۔ اگر کسی کی چیز اٹھالائے تو فوراً اسے اس کے ہاتھ سے لے جاکر واپس کرائیں۔ اچھی باتوں کو سمجھایا کریں اور بُری باتوں سے ڈرائیں ۔۔۔

ماں باپ کی ان بیان کردہ اچھی تربیت سے بچوں کی عادات درست ہوتی ہیں۔ اور انھیں اچھی یا بُری عادتوں پر ان کی آئندہ اچھی و بُری صحبتوں کا رنگ چڑھتا ہے۔ تربیت کی یہ منزل اگلے صحبت و سوسائٹی کی منزل کے بھی ساتھ ساتھ رہتی ہے۔

ـــــــــــــــ

بچہ جب رضاعت کے زمانہ سے آگے بڑھتا ہے تو تربیت کی منزل شروع ہو جاتی ہے جس کا ذکر اوپر گذرا تربیت کی منزل بہت سخت منزل ہے اور وہ رضاعت کے بعد سے برابر صحبت و سوسائٹی کی منزل کے ساتھ ساتھ رہتی ہے تا اینکہ بچہ جوان ہوتا ہے۔

صحبت و سوسائٹی کے معنی ہیں جب بچہ گھر سے نکل کر اپنے ہم سنوں کے ساتھ مکتب آنے جانے اور دوسروں بچوں کے ساتھ ساتھ کھیلنے و باہر رہنے لگتا ہے۔ باہر رہنے اور مکتب آنے اور جانے میں چونکہ وہ دوسرے بچوں سے ملنے جلنے لگتا ہے اس سنگت کی منزل میں والدین کو کڑی نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے کہ بد فطرت بچوں کے ساتھ نہ رہے اور نہ کھیل کود کرنے پائے۔

گھر پر ماں باپ نے جو تربیت شروع کی تھی اس کا گہرا اثر اگرچہ آئندہ کی ساری عمر میں غالب ضرور آتا ہے مگر جس قدر سن بڑھتا جاتا ہے اور بیرونی صحبت و سوسائٹی میں بچہ دخیل ہونے لگتا ہے، دوست و احباب کے طور طریق کا اثر بھی بچے پر اثر کرنے لگتا ہے۔ یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ صحبت کا رنگ بغیر اثر انداز ہوئے بیکار رہے مگر وراثۃ عادت و صحبت کا اثر بھی ہم جلیس پر ضرور پڑتا ہے لہٰذا جس قدر دن گذرتے جائیں گے عملی اور تقلیدی افعال بچوں کے عادات میں قائم ہوتے جائیں گے جو ایسے قوی الاثر ہوتے ہیں کہ قبل اس کے کہ

یہ ان کی ماہیت اور اچھائی و برائی سے نفرت کرنے لگے وہ اپنی ذاتی آزادی کو پابند کر لیں گے، فلاطون نے ایک لڑکے کو کسی بے ہودہ کھیل پر سخت ملامت کی، لڑکے نے کہا آپ ایک ذرا سی بات پر مجھے اس قدر سرزنش کر بیٹھے، فلاطون نے جواب دیا کہ یہ ذرا سی بات نہیں ہے جب اس کی عادت پڑ جائے گی تو سخت مضرت ہوگی۔ اور کسی چیز کا عادی ہو جانا ایسا ضرر رساں ہے کہ اکثر اشخاص افعال قبیحہ کو برا مانتے ہوئے اس کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ اس کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں۔

یہ مشہور بات ہے جو حضرت علیؑ کا مقولہ ہے کہ آدمیوں کے بارے میں یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ وہ کیسا ہے؟ بلکہ اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر سمجھو کہ اچھا ہے یا برا۔ ممکن نہیں کہ کوئی متقی و پرہیزگار قدرتی طور پر کسی مدہوش و شرابی کی صحبت میں رہے یا کوئی وضعدار کسی آوارہ و بدوضع سے دوستی رکھے، ذلیل آدمیوں کے ساتھ رہنے میں مذاق خراب اور مذموم افعال کی خواہش ہوتی ہے، ان کی سوسائٹی میں شرکت کرنے سے چال چلن میں ایک لاعلاج آشوبی جڑ پکڑ لیتی ہے۔ پس بچوں کو تعلیم یافتہ آدمی کی معیت میں رکھنا چاہیے تاکہ تہذیب و شائستگی حاصل ہو، خود غرض لوگوں کے ساتھ راہ و رسم رکھنے سے نہایت نقصان ہوتا ہے۔ طبیعت میں کاہلی خود غرضی و حماقت آتی ہے۔ بچوں پر تاکید رکھنی چاہیے کہ وہ نیک اور مقدس لوگوں کی صحبت میں نادر رہیں ان کے چہروں پر نظر کریں کیونکہ اس سے ان نوجوانوں کو بھی جوانمردی و بہادری اور بزرگی کی طرف نہیں مائل ہوتے رغبت ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کے چہروں سے نیکیاں ٹپکتی ہیں جو جذب رکھتی ہیں۔ ان کی نصیحتوں کو غور سے سنیں، یہ دینی تعلیمات سب سے پہلے ہونی چاہئے۔

بچوں کو بری صحبت و عادات سے باز رکھنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ پہلے ان باتوں کی ترغیب دے جو عقل و تمیز سے تعلق رکھتی ہوں۔ جیسے سچ بولنا، غیر کے مال سے پرہیز کرنا، اپنے ہم سن لوگوں سے محبت کرنا، ان کے سامنے حلال و حرام چیزوں کا فرق دکھانا چاہئے۔ نیکوں کی تعریف اور بروں کی مذمت کرنا چاہئے بچے اگر کوئی اچھا کام کریں تو ان کی تعریف کرنی چاہیے۔ اور اگر برا کام کریں تو مذمت کریں اور ڈرائیں برے لڑکوں کی صحبت سے انہیں پوری نگرانی سے بچاتے رہیں۔ لڑکے ابتدا میں برے افعال کبھی لاشعوری میں اور کبھی اپنے ساتھیوں کی دیکھا دیکھی کر جاتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں، حسد کرتے ہیں، پرائی چیزوں کو چرا لیتے ہیں، ایک دوسرے سے لڑ جاتے ہیں، آپس میں دشمنی رکھتے ہیں، خود نقصان اور قصور کر کے دوسرے لڑکوں کے سر ڈال دیتے ہیں، ان بری عادتوں کا زائل ہونا شروع تو سہل ہوتا ہے، مگر بعد کو مشکل ہو جاتا ہے، پس عقلمند والدین کا فریضہ ہے کہ بچوں کا اس طرح تحفظ کریں کہ عادات بد ان میں پیدا نہ ہونے دیں، اور اگر ظہور میں آئے۔ تو تادیب۔ و ڈانٹ ڈپٹ سے اسے ہٹانے پر پوری توجہ رکھیں۔

اسی سن میں چونکہ بچوں کی تعلیم اور اس کے ساتھ ساتھ تربیت دونوں ساتھ چلتی ہے اور بچوں کی طبیعتوں کا میلان بھی معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح کا ہے لہذا انداز کرتے رہیں کہ کس فن کی طرف بچہ مائل ہے۔ جب انداز مل جائے تو آگے دو تین برس چل کر اسی فن کی طرف اسے لگائیں کہ اس میں کامیابی ہوگی۔ اس کا بھی خیال رکھیں کہ ہلکا ہلکا ہر کام ان سے لیا کریں تاکہ آگے چل کر جب وہ جوان ہو جائیں تو کسی کام کے کرنے میں شرم نہ کریں۔ بات چیت کرنے کے طریقے بتائیں کہ بزرگوں سے باادب گفتگو کیا کریں اور ان سے سخت و کرخت ہو کر نہ بولیں، بزرگوں کے آگے آگے راستہ میں نہ چلیں،

بلا وجہ کوئی بات نہ کہیں ۔ جب کوئی کچھ پوچھے تو بولیں ۔ دو آدمیوں کے درمیان بات چیت میں دخل اندازی نہ کریں ۔ رحم اپنا وطیرہ بنائیں ۔ چاہے وہ جانوروں ہی کے ساتھ کیوں نہ عمل میں آئے ، صبح و شام میدان میں ٹہلا کریں ، کھیل کے وقت جو شام سے کچھ پہلے کا ہے اس وقت ان کو ضرور کھیلنے کی تاکید کریں مگر وہ کھیل جس سے دماغی و قلبی تفریح ہو اور وہ بے کار نہ ہو جیسے تاش شطرنج وغیرہ ۔

راستے چلتے اپنے بدن کو کپڑے کو دیکھتا نہ چلے کہ یہ کم مایوں کی نشانی ہے اور پھر پھر کر پیچھے بار بار نہ دیکھے ، اگر دو لڑکے ساتھ چلیں تو ہاتھ میں ہاتھ دیکر نہ چلیں کہ یہ بدوضعوں کی پہچان ہے ۔ کسی بُری راہ سے نہ آیا جایا کریں ورنہ بلا وجہ بدنام ہو جائیں گے ۔ بیٹھنے میں پاؤں پر پاؤں دے کر یا پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھیں ، ہر وقت داڑھی اور مونچھ پر ہاتھ نہ پھیریں ، ناک سے پانی زور سے نہ پھینکیں ، جمہائی لینے میں ہاتھ کو منہ پر رکھ لیں ، ناک کا پانی آستین سے نہ پونچھیں ، بزرگوں کی صحبت میں خاموشی سے بیٹھیں ، اور اپنے مرتبہ کے لائق جگہ پر بیٹھیں ، اگر نیند آنے لگے تو اس مجمع سے ہٹ جائیں ۔ دو بچوں کو کبھی ایک ساتھ سونے نہ دیں ۔

سب سے اہم امر یہ ہے کہ بچوں کو بچپن ہی سے وقت کا پابند بنائیں ، اور وقت کی قدر بتائیں ، محنت کا عادی کریں اور صاف ستھرا رکھیں اور رہنے کی تاکید کریں ۔ اور صبح و شام ٹہلنے کی تاکید کریں ۔ کھانے پینے کے آداب بتائیں ۔

یہ باب چونکہ بچوں کی پرورش کا ایک اہم باب ہے اس لئے خدمت عیال سے متعلق حضرت رسول عربی کی چند حدیثیں یہاں پر نقل کرنا اسلئے ضروری سمجھتے ہیں تاکہ آپ رسول اسلام کی باتیں بھی اس کی اہمیت پر نظر کریں ۔

حضرت رسول عربی کا ارشاد ہے کہ اے علی عیال کی خدمت میں ایک گھنٹہ

صرف کرنا ہزار برسوں کی عبادت اور ہزار حج و ہزار عمرہ اور ہزار غلام آزاد کرنے ہزار نماز جہاد اور ہزار بھوکوں کو کھانا کھلانے سے بہتر ہے۔

اے علیؑ عیال کی خدمت گناہان کبیرہ کا کفارہ ہے جو خدا کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ اور جنت کے درجات کا مستحق بناتا ہے۔

اے علیؑ جو شخص عیال کی خدمت میں لگا رہتا ہے تو خدا اس کا نام شہداء کی فہرست میں لکھتا ہے اور اس کے ہر دن اور رات کے مقابل ہزار شہداء کا ثواب اور ہر قدم پر حج و عمرہ کی جزاء دیتا ہے اور اس کیلئے ایک شہر جنت میں آباد کرتا ہے۔

انھیں حضرت سے مروی ہے کہ پانچ طرح کے لوگ قبر میں ہوتے ہیں۔ مگر ثواب ان کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے، جو درخت بوتا ہے، جو کنواں بنواتا ہے، جو مسجد بنواتا ہے جس نے قرآن لکھا ہو اور جس نے ولد صالح چھوڑا ہو۔

انھیں حضرت نے فرمایا کہ جس گھر میں لڑکیاں ہوں اس میں بارہ برکتیں ہر روز نازل ہوتی ہیں اور ملائکہ آتے رہتے ہیں اور لڑکی کے باپ کے نام نیکیاں لکھا کرتے ہیں۔

پانچویں منزل

اولاد کی تعلیم

زمانہ رضاعت میں بچوں میں وہ تمام قویٰ یعنی قوتیں موجود رہتی ہیں جو ایک مکمل انسان میں رہا کرتی ہیں، مگر قوائے جسمانیہ اس کے چونکہ ابھی کمزور رہتے ہیں اس وجہ سے یہ قوتیں بھی کمزور رہتی ہیں۔ اور بچوں میں شعور کم رہتا ہے۔ آئندہ جتنے اس کے قوائے جسمانیہ نمو پاتے جاتے ہیں قوت شعور یہ بھی رفتہ رفتہ مضبوط ہوتی جاتی ہے۔

زمانہ رضاعت کے ختم ہونے پر قوت شعوریہ میں بیداری پیدا ہونے لگتی ہے اور اسی وقت سے تربیت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے، یہ تربیت کا زمانہ چھ برسوں کی عمر تک رہتا ہے اور اس زمانہ میں بچے کو محض کھیل کود میں مصروف رہنے دینا چاہیئے تاکہ اس کے قوائے جسمانیہ آزادی کے ساتھ مکمل اور مضبوط ہو جائیں۔ سو چھ برس کی عمر کے بعد مکتب کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے گویا علم کی ابجد ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں چونکہ بچوں کے قوائے جسمانیہ مضبوط اور قوت شعوریہ میں بیداری پیدا ہو چکی ہوتی ہے اسلئے تربیت اور نگرانی کا زمانہ یہیں سے شروع ہو جاتا ہے جس کی مفصل حالت اوپر گذری اور یہ بتایا جا چکا کہ اس زمانہ میں بچوں پر کافی نگرانی چاہیئے کہ وہ برے بچوں کے ساتھ نہ رہنے پائیں۔ اور اچھے بچوں کے ساتھ رہیں۔ اور ادھر والدین کو اپنے اعمال میں نیک نمونہ بن کر بچوں کو ویسے ہی نیک بننے کا موقع دینا چاہیئے۔ عملی نیکی کے نمونے بچوں کو نیک بننے میں بہت مدد پہنچاتے ہیں اور ان کے سادہ وصاف دل ودماغ پر عملی نیک نمونے نمایاں نقشوں کی صورت میں مرتسم ہو جاتے ہیں۔

جب بچے ابتدائی ہلکی لکھائی پڑھائی جان لیتے ہیں۔ تو اب وہ اہم زمانہ ان کا آپہنچتا ہے جس میں یہ فیصلہ کی ضرورت ہوتی ہے کہ اب انھیں آگے کونسا علم پڑھایا جائے۔ فی زمانہ جبکہ علم دنیا کی اہمیت لوگوں کی نگاہوں میں حد سے زائد بلا وجہ بڑھ گئی ہے۔ ہمیں یہ کہدینا ضروری ہے کہ اگر علم دنیا انتہائی حد تک بچہ حاصل بھی کر چکا مگر اگر اس میں انسانیت نہ آئی تو پھر ایسے جانوروں سے اگر خاندان یا ملک بھر بھی جائے تو کیا اس خاندان یا ملک میں امن وامان وترقی ہو سکے گی! ہرگز نہیں ہرگز نہیں!

..... بہت بڑے تجربہ کار ماہر علم سیاسیات واخلاقیات کا مقولہ ملاحظہ ہو۔

"کسی ملک کا عروج اس پر منحصر نہیں ہے کہ اس کے محاصل زیادہ، حدود مستحکم،

حالات خوشنما اور لوگ تمام کے تعلیمیافتہ ہوں بلکہ اس کی ترقی اس پر مبنی ہے کہ باشندے شائستہ اور تعلیم یافتہ اس معنی سے ہوں کہ ان میں انسانیت مکمل ہو۔"
(کیرکٹر مصنفہ ڈاکٹر سموئل)

یہ انسانیت کیا ہے وہی ایسا علم جس سے چال چلن عمدہ ہو، کیونکہ چال چلن اور اچھے علم کا حصول انسان کو اعلیٰ درجہ تک پہونچاتا ہے، دنیا میں نیکیاں ایسے ہی اچھے چال چلن و اچھے علم سے قائم ہیں۔ اور جس جگہ ایسے لوگ نہ ہوں وہ جگہ رہنے کے قابل نہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ دنیاوی علوم بھی انسانی ترقی کا اعلیٰ جزو ہیں مگر علم دین جس سے نفس میں پاکی، معاملات میں استواری، نظر و فکر میں نیک اصولی اور سماج کے ساتھ ہمدردی پیدا ہوتی ہے علم دنیا سے مقدم اور بہت پہلے ہونا چاہیے۔ تاکہ بعد بلا دنیاوی علم بچے کو گمراہ نہ کر سکے۔

حضرت رسول عربی کا ارشاد ہے کہ طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ ای علم التقوای۔ "یعنی علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے یعنی علم تقویٰ کا۔" یعنی جس علم سے انسانیت پیدا ہو۔

حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ اطلبوا العلم ولو بالصین وھو علم معرفۃ النفس وفیہ معرفۃ الرب "یعنی علم حاصل کرو اگرچہ چین جیسے دور دراز ملک سے ہو اور مقصود اس علم سے علم معرفت نفس ہے جس سے معرفت خدا حاصل ہوتی ہے۔"

رسول عربیؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے علم کو فخر و گھمنڈ کے لئے حاصل کیا وہ جاہل مرا۔ اور جس نے صرف بات بنانے اور بڑائی کیلئے حاصل کیا وہ منافق مرا۔ اور جس نے مال و دولت حاصل کرنے کیلئے حاصل کیا وہ کافر مرا۔ ہاں جس

نے نفس درست کرنے کو حاصل کیا البتہ مومن رہا۔

آپ نے علم حاصل کرنے کے شرائط یہ بیان فرمائے ہیں، دل میں خوف خدا اور ہمیشہ با وضو رہے کھانا لذت کے لیے نہیں بلکہ قوت بدن کیلئے کھائے تاکہ حصول علم میں کمزور نہ پڑے۔

جس علم سے انسان انسان بن جائے، دل میں لوگوں سے ہمدردی اور خوف خدا پیدا ہو نہ اُرکالہ خدا اس علم کی عظمت بھی رسول عربیؐ کی زبانی سن لیجئے۔

حضرت رسول عربیؐ نے فرمایا کہ اے ابوذر علمی صحبتوں میں ایک گھنٹہ بیٹھنا خدا کے نزدیک ہزار شہدای کے جنازوں میں شرکت کرنے اور ہزاروں راتوں سے بہتر ہے جن میں ہر رات میں ہزار رکعتیں نماز پڑھی گئی ہوں۔ اے ابوذر مجلس علم میں ایک گھنٹہ بیٹھنا بارہ ہزار ختم قرآن سے بہتر ہے کیونکہ علم کے ذریعہ حلال و حرام خدا کی جانکاری ہوتی ہے۔ اے ابوذر علم حاصل کرنے کے ارادہ سے جو قدم باہر نکلے گا ہر ہر قدم پر ایک نبی کی محنتوں کا ثواب اور ہر حرف پر پڑھنے والے کے لئے ایک شہر جنت میں ملے گا۔ طالب علم خدا دملائکہ و نبیوں کو محبوب ہوتے ہیں۔

پھر ارشاد ہے کہ طالب علم محبوب خدا ہے اور اس پر جنت واجب ہے وہ صبح و شام رضائے پروردگار میں رہتا ہے وہ دنیا سے نہیں اٹھے گا۔ مگر یہ کہ ثمر جنت کھا لے اس کے جسم کو مٹی میں کیڑے نہیں کھاتے اور وہ جنت میں حضرت خضرؑ کے ہمراہ ہوگا۔

رسولؐ اسلام اور ان کے اہلبیت سے فضیلت علم میں بہت کافی روایتیں ہیں جن میں سے چند نمونۃً لکھدی گئیں ان حدیثوں سے کس علم کی فضیلت ظاہر ہو رہی ہیں وہی علم دین جس سے عامۃ الناس سے ہمدردی، قوم و ملک کی خدمت

خوف خدا اور حقوق مخلوقات پر میلان پیدا ہوتا ہے لیکن کوئی بزرگ یہ نہ سمجھیں کہ اسلام یا رسول اسلام نے دیگر علوم دنیویہ کی تعلیم سے ممانعت کی ہے؟ ایسا ہرگز نہیں! ہاں جن علوم سے خدا ترسی و خدا رسی نہ ہو بلکہ شیطان رسی ہو اسے البتہ منع کیا ہے۔ چنانچہ اس علم کی طرف بھی رسول عربی کی ایک حدیث مروی ہے کہ آپ نے چند اطفال کی طرف نظر فرمایا اس کے بعد ارشاد ہوا وائے ہو آخری زمانہ کی اولاد اور ان کے ابوین پر۔ پس چند اصحاب نے کہا یا رسول اللہ بچوں کے آبائے مشرکین پر آپ وائے فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ آبائے مومنین پر جو اپنی اولاد کو فرائض کی تعلیم نہ دیں گے اور اگر دیں گے بھی تو تھوڑے سے مال دنیا پر اسے قربان کر دیں گے۔ میں ان مومنین اور ان کے اعمال سے بری ہوں۔

فرائض والدین:۔ ماں باپ کا فرض ہے کہ اگر بچہ صبح سویرے نہ اٹھتا ہو تو اسے اٹھائیں، حوائج ضروریہ سے فراغت کرائیں اور منہ ہاتھ دھو کر بیٹھ کر کچھ پڑھنے کی تاکید کر دیں۔ پھر کھانا کھلا کر وقت پر تعلیم گاہ کو روانہ کر دیں، جب بچہ شام کو واپس ہو تو کچھ ناشتہ دے کر کھیلنے کے لئے چھوڑ دیں۔ جب وہ کھیل چکے تو سر شام پھر پڑھنے پر بٹھا دیں، گھنٹہ دو گھنٹہ پڑھنے کے بعد کھانا کھلا کر سلا دیں۔ بچے کو حتی الامکان رات کو اپنے سے الگ نہ کریں۔ صفائی سے رہنے کا خیال رکھیں باقی تمام باتیں اوپر تربیت میں گذریں۔

معلم کے اوصاف:۔ بانیان تعلیم گاہ کے فرائض سے ہے کہ اس معلم کو تعلیم گاہ میں مقرر کریں جو صاحب عقل، دیندار، فنون ریاست و ادب و تہذیب اور اخلاق سے واقف ہو، شیریں سخن ہو، صاحب ہیبت و وقار ہو، با مروت و ہوشیار ہو، چھوٹے اور بڑے کے ساتھ سلام کرنے کے آداب سے واقف ہو، معاملات

کا صاف ہو اور رذیلوں اور سفلہ مزاجوں کے اخلاق سے محترز ہو، اسی طرح طالب علموں کے صفات بھی یہ بتائے گئے ہیں کہ وہ علم کے حصول پر رغبت رکھتا ہو، مطمئن، فارغ ہو، قانع ہو وحفظ کی صفت سے متصف ہو اور مستحکم ارادے کا ہو۔

مطالعہ کتاب :- والدین اس پر تاکید کریں کہ بچے مخرب اخلاق کتابیں یا پرچے نہ دیکھنے پائیں۔ بلکہ ایسی کتابیں پڑھیں جن میں سلف صالحین کے عمدہ کارنامے اور نیکوکاروں کی حکایتیں ہوں۔ بری کتابیں اور برے پرچے وہی اثر پیدا کرتے ہیں جو بداطوار بچوں کی صحبت و سوسائٹی سے پیدا ہوتے ہیں۔

آج کل سینما بھی ایک طرح کا مخرب اخلاق ڈرامہ ہے اس سے بھی بچوں کو بچانا لازم ہے۔ اسی طرح محفل رقص و سرود سے بھی بچوں کو الگ رکھنا ضروری ہے۔

ہوسٹل لائف :- باہر سے آنے والے بچوں کیلئے بعض بعض اسکول، کالج اور مدرسوں میں رہنے کے سامان بھی کئے گئے ہیں۔ منتظمین ہوسٹل کو چاہئے کہ ہوسٹل نگران ایسے شخص کو رکھے جو با اخلاق اور ہیبت و وقار والا ہو تاکہ بچے اس کے ڈر سے برے افعال کی طرف مائل نہ ہوں۔ نگراں کو بھی اصول تربیت سے پوری واقفیت ہونی لازم ہے تاکہ وہ بچوں کو بھی اصول تربیت دے سکے۔ ہوسٹل کے بگڑے اور برباد کئے ہوئے بچے جلد سدھرتے نہیں ہیں۔ یہاں عجیب عجیب طریقوں سے برائیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

مثلاً کسی بچے نے اپنے دوستوں کے پھیر میں پڑ کر مہینہ بھر کے اخراجی رقم کو پندرہ بیس ہی دنوں میں ختم کر دیا۔ اب وہ باقی دنوں میں کہاں سے خرچ لائے۔ لہذا اس نے والدین کو لکھ دیا کہ ہم بیمار پڑ گئے تھے کافی روپئے بیماری میں صرف ہو گئے اور اب میرا ہاتھ خالی پڑ گیا لہذا کچھ روپئے خرچ کے لئے بھیج دیں۔ بچے

کی یہ حیلہ سازی کامیاب ہوگئی اور اس کے پاس منی آرڈر آگیا۔ لہٰذا ماں باپ کو ایسے موقع پر ہوسٹل نگراں سے پہلے بات چیت کر لینی چاہیے کہ بچے کی لکھی ہوئی باتیں صحیح ہیں یا نہیں؟ جانچ کے بعد جیسا ثابت ہو عمل کریں۔ اگر غلط ثابت یا معلوم ہو تو بچے کی سرزنش کریں اور جو بچے اس کی اس حرکت میں شریک ہوں ان کی بھی پوری تنبیہ کریں تاکہ آئندہ دوسرا قدم ایسے مکر و حیلہ کی طرف بچے اٹھانے نہ پائیں۔ اسی ضمن میں یہ بھی کہدوں کہ روپئے پیسے کے حساب و کتاب میں بچوں کو ڈھیل نہ دینا چاہیے ورنہ وہ آزاد اور بے خوف ہو کر بہتیرے ناجائز اخراجات بھی کرنے لگیں گے۔ علاوہ اس طرح ان کی عادتیں خراب ہونے کے علاوہ بچپن ہی سے فضول خرچی کا شکار ہو جائیں گی۔

ہوسٹل کے نگراں کیلئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ برابر دن اور رات میں کئی کئی بار ہوسٹل کا دورہ کیا کرے۔ بچوں کے ساتھ زائد میل جول نہ رکھے ورنہ اس کی ہیبت و کردار و وقار و رعب بچوں کے دلوں سے اٹھ جائیں گے جو بے وقعتی کا سبب بنیں گے۔ ہوسٹل نگراں اور والدین کیلئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ بچوں کی قیام گاہ کو ایسی تصویروں سے مزین نہ ہونے دیں جو مخرب اخلاق و اعمال ہوں۔

عقل انسان کے لئے ایک خالق کا بہترین عطیہ ہے جو بدو فطرت سے ہر انسان کو ودیعت ہوتا ہے۔ (اگرچہ بہ وجہ کچھ اسباب ظاہری اس میں کمی و زیادتی ہو جاتی ہے) علم اس عقل پر چراغ کا کام کرتا ہے۔ جس طرح آنکھ رکھتے ہوئے بھی ہم اندھیری رات میں قدم آگے نہیں بڑھا سکتے، اسی طرح ایک انسان عقل رکھتے ہوئے بھی حوادثات زمانہ کی کشمکش میں بغیر علم کے صحیح فیصلہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ بنا بر علیہ ہر انسان کے لئے علم کی تحصیل لازمی ہوتی ہے تاکہ عقل اس سے مدد پا کر بنیادی مسائل سے حوادثات والجھاوؤں میں صحیح فیصلے تک پہنچ سکے۔

انسان کو یہ بھی جاننا چاہئے کہ جس طرح عالم طفولیت میں دیگر اعضاء قوائے انسانی بوجہ ناتکمل ہونے جسم انسانی کے کمزور ہوتے ہیں۔ اسی طرح قوت عقلیہ بھی موجود رہتی ہے مگر کمزور شکل میں رہتی ہے۔ فطرت اور رضاعت تربیت اور سوسائٹی یہ چار وں منزلیں جس حیثیت کی بچوں کی گذرتی ہیں ان کی عقلیں بھی اسی عنوان کی تربیت پاتی ہیں اگر یہ منزلیں باحسن وجوہ حالات گذاری گئی ہیں۔ تو ایسے بچوں کی عقل عقل سلیم کی حیثیت رکھے گی ورنہ ان منازل کی بُری گذران بچوں کی عقلوں کو مکر و فریب کی طرف مائل کریں گی۔ اور اس وقت یہ عقلیں شیطانی عقلیں بنیں گی۔

خاتمہ

عام اس سے کہ اس کائنات کو ذرات تخلیقیہ کا نتیجہ مانا جائے یا کسی کامل القدرت و ذی اختیارات کے افعال کا یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ کائنات کی آخری ارتقائی منزل نوع انسانی کے وجود پر آکر ختم ہوئی جو اپنے قوائے ادراکیہ و شعوریہ کے باعث اس ساری کائنات سے افضل اور اپنے سارے افعال کی ذمہ دار ٹھہرائی گئی۔ بنائً علیہ یہ امر لازم ہوا کہ انسان اس سطح زمین پر نیک نام و نیک نہاد بن کر زندگی گذارے نہ کہ مثل جانوروں کے اپنی قوائے شعورین کر۔ قانون انسانیت اسے ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ اگر وہ ہر طرح آزاد یا کسی غیر خالق ہی کا پیدا کردہ ہو جب بھی بے لجام ہو کر غیر ذمہ دارانہ زندگی گذارے۔ لہذا لازم ہوا کہ انسان اوصاف انسانیت سے خود کو مزین کرے۔

اب یہ اوصاف انسانیت انسان میں آ کیسے سکتے ہیں؟ ہمیں اس پر غور

کرنا ہے؟ بچوں کو انسان بنانا یہ والدین کا فریضہ ہے، ایک اچھے والدین اپنے بچوں کو اچھی تربیت و تعلیم سے اچھا اور سچا انسان بنا سکتے ہیں جو آگے چل کر قوم و ملک سبھی کی فلاح کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ ورنہ شیطان فطرت و بد سیرت بچے بڑھ کر خود شیطان اور ملک کو بھی برباد و قوم کو تباہ کر ڈالتے ہیں، اس رسالہ کی غرض یہی ہے کہ یہ والدین کی ذمہ داریوں کو ان کے آگے رکھ کر اگر وہ غافل ہیں تو تنبیہہ پیدا کر دے۔

اب ہم آخر کلام میں گذشتہ سارے اسباق کا خلاصہ درج کریں گے۔

چونکہ والدین کے مادۂ منویہ سے بچوں کی فطرت بنتی ہے لہذا اگر والدین بہمہ جہات نیک صورت و نیک سیرت ہیں تو بچے بھی ویسے ہی نیک صورت و نیک سیرت پیدا ہوں گے۔ لیکن در صورت اختلاف (ظاہری صورت نہ باطنی سیرت میں جہاں بھی تفرقہ پڑے گا اس کا اثر بچوں پر آنا لازم ہے (جس کی تفصیل پہلی منزل میں گذری)، ہاں یہ امر زائد قابل توجہ ہے کہ ماں کے خلقی و خلقی اثرات بچوں پر زائد اثر انداز ہوتے ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ بچوں کے ابتدائی زمانے بہت کچھ ماں کی آغوش و تربیت سے وابستہ ہوتے ہیں، لہذا ماں کو بچوں کی رضاعت، تربیت اور نگہبانی میں کافی احتیاط برتنے اور خود اپنے کو بہتر عمل رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔

بچے کی پیدائش کے بعد، اب رضاعت کی منزل شروع ہوتی ہے، اس رضاعت سے بچے کی بنی ہوئی پہلی فطرت تقویت پاتی ہے، اگر بچے کی فطرت نیک ہے اور رضاعت بھی اچھی ہے (یعنی شرائط بیان کردہ منزل دوم کے مطابق) تو اس رضاعت سے فطرت کی پشتی ہوگی اور بچہ اپنی فطرت میں مستحکم اور نیکیوں کی طرف زائد مائل رہے گا۔ اور اگر رضاعت خراب ہوئی ہے تو اب فطرت و رضاعت کا

یا نہیں سدھار آگے کی تربیت پر مبنی ہوگا، اگر تربیت اچھی ہوگی تو دو پہلو اچھائی کے مل کر بچے کو اچھا بنا دیں گے ورنہ خراب تربیت کی شکل میں دو ذرائع خرابی کے متحد ہو کر بچے کو برائیوں کی طرف مائل کریں گے۔

اس کے بعد چوتھی منزل صحبت و سوسائٹی کی ہے۔ چونکہ بچوں کے قویٰ اس منزل میں پہنچ کر پورے مکمل تو نہیں مگر قریب بہ تکمیل رہتے ہیں۔ لہٰذا اگر پہلے کی تینوں منزلوں سے نیک آرہا ہے پھر سوسائٹی بھی اچھی ہی ملی تو اب بچے کی نیک عملی کا کیا کہنا؟ اور اگر بچہ پہلی منزل سے خراب آرہا ہے مگر سوسائٹی اچھی مل گئی تو سوسائٹی کا نیک ماحول بچے کو نیک عمل تو بظاہر ضرور بنا دے گا مگر باطناً اس کا میلان بُرائیوں کی طرف رہے گا اور بہت ممکن ہے کہ حالات تنہائی میں یا سماج کی بندش سے آزاد ہونے پر بُرائیاں کر بیٹھے۔

اب رہی آخری منزل علم کی۔ عقل جس سے انسان اپنی زندگی کی ساری گتھیوں کو سلجھاتا اور ہر سامنے آنے والے الجھاؤ کا صحیح فیصلہ کرتا ہے وہاں علم اس عقل کی رہنمائی کرتا ہے اور ہر الجھن میں عقل کو درست و صحیح فیصلے تک پہنچاتا ہے۔ بچے کی ابتدائی کل منزلیں اگر مناسب طور پر سے بیان کردہ اصول کے مطابق گزاری گئی ہیں تو بچے کی عقل عقل سلیم ہو کر اعتدالی منزل میں رہے گی اور علم اس پر تدبر پیدا کر کے اسے صحیح و مناسب راہ روی پر لگا دے گا۔ اور اگر ماقبلی منزلیں بُرے ماحول و بد حالتوں کے درمیان گذری ہیں تو یہ عقل مکر و فریب کا پیش خیمہ ہوگی۔ جو برے علم کی پشتی سے بد سے بد تر ہو جائیگی اور اچھے علم کی ہوئی ہے تو اس بری عقل میں کچھ اصلاح ہو سکے گی۔ اور وہ کلیتہً برائی کی طرف مائل نہ ہوگی۔ مگر ایسے بچے کا مستقبل ہمیشہ نا اطمینانی حالت میں رہے گا اور اس کی بُری عقل کبھی نہ کبھی کچھ بُرائی دکھا ہی دے گی۔

اگر آپ میں آپ کے بچوں میں، آپ کے خاندان میں اور آپ کے سماج و قوم میں مندرجہ ذیل امور پر عمل نہیں ہے تو کوئی ترقی نہیں کر سکتا۔

عمومی باتیں:۔ (۱) عمل ہی ہمارے حقوق کی اور ترقی کی بنیاد ہے۔ عمل اور حقوق و ترقی کا تعلق سبب اور مسبب کا لگاؤ رکھتا ہے اگر عمل نہ ہو تو ترقی ناممکن ہے۔

(۲) آپ آزاد ضرور رہیں اور رہیں لیکن آزادی کا مطلب بے لگام رہنا نہیں ہے ورنہ آپ جانور بن جائیں گے۔

(۳) سچائی کی حفاظت بے حد ضروری ہے۔ جھوٹے کی کوئی عزت نہیں اور دینی حیثیت سے گناہ الگ ہے۔

(۴) ہر چھوٹے سے چھوٹے حتی کہ جانوروں سے بھی محبت رکھی جائے اپنے سے کمزوروں کے ساتھ محبت یہی ذریعہ ہے کہ ہم خدا سے بھی محبت کر سکتے ہیں۔

(۵) ظاہر و باطن یکساں رہنا چاہیے۔

(۶) دوسروں کا اعتماد حاصل کیجئے اس میں بڑی طاقت ہے۔

(۷) ہر شخص قانون کو اپنے ہاتھوں میں نہ لے چاہے وہ قانون سیاسی ہو یا مذہبی۔

(۸) ہر شخص کو اپنی جسمانی، دماغی اور معاشی و روحانی ترقی پر دھیان دینا چاہیے۔

(۹) اپنی عزت کھونا اور دوسروں کی عزت برباد کرنا بہ بڑی نکمی بات ہے۔

(۱۰) ہر طرح کی نشہ آور چیزوں سے پرہیز کرنی چاہیئے، کیونکہ یہ ایک آدمی سے دوسروں تک بہت جلدی پھیلتی ہے۔

(۱۱) ہمیں اپنے کو نکما اور اپاہج و نااہل نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ ہم اس قوم میں

اپنا حصہ ادا کرنا ہے۔

(۱۲) تعلیم کے معنی کتابیں پڑھ لینا نہیں ہے بلکہ جو پڑھا ہے اگر اس پر عمل نہیں ہے تو پھر کچھ نہ پڑھا۔

(۱۳) خود کفیل بننا ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ جو حقیقۃً بیکار ہیں ان کی بات ہی کچھ اور ہے جیسے بوڑھے فرتوت، اندھے، لنگڑے ـــــ

(۱۴) وقت کی قدر ضروری ہے یہ سونے اور ہیرے سے کہیں زائد قیمتی ہے

گھریلو باتیں[۲] (۱) مرد اور عورت دونوں اپنی اپنی خدمتوں کو پوری ذمہ داری سے انجام دیں، اور دونوں کے تعلقات محبت پر مبنی رہیں۔ عورتیں بھی معاشی آمدنی میں شرکت رکھیں

(۲) ہر شخص ماں ہو یا باپ اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو صرف نصیحتوں سے نہیں بلکہ کردار اور مثالوں کے ذریعہ تعلیم دے، انھیں لائق، صحتمند، تعلیم یافتہ اور نیک چلن بنائے۔ یہی سب سے اعلیٰ وراثت ہے جسے انسان اپنے بعد چھوڑ جاتا ہے۔

ہم اپنوں کی جتنی خدمت اور مدد کریں گے اتنا ہی ہماری اور خاندان و قوم کی زندگی بہتر ہوگی۔

دوسروں سے تعلقات[۳] (۱) تمام لوگوں کے لئے دل میں محبت کا جذبہ رکھنا ضروری ہے۔

(۲) پڑوسیوں کے حقوق کا مکمل خیال رکھنا، ایسا کوئی کام نہ کرنا جس سے پڑوسی کی جسمانی، دماغی اور معاشی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو۔

(۳) نوکروں کے ساتھ ایسا سلوک ہونا چاہئے، جیسا اپنی اولاد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ کوئی کسی کا نوکر نہیں۔ اگر غریبی کی وجہ سے کوئی پیمانہ کم ہی تنخواہ کا خواہاں ہو تو اس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے بلکہ

معقول تنخواہ دینی چاہیئے۔

(۴) آپس کی امداد فرض منصبی جان کر کرنا چاہیئے، کسی کو احسانمند بنانے یا اپنی کسی خود غرضی کے ماتحت نہیں چاہیئے۔

(۵) ہماری فراخ حوصلگی اور بہی خواہی فرد، خاندان، ذات، گاؤں اور اپنی قوم ہی تک محدود نہ رہ کر عالمی برادری تک ہونی چاہیئے، گویا ساری دنیا کو ایک خاندان جاننا چاہیئے۔

سماجی باتیں (۱) دھوکا اور دعدہ خلافی عظیم گناہ ہے، اپنی طاقت اور عقل سے مدد اور پریم سے لوگوں کو طاقت دینا چاہیئے۔

(۲) محنت کا احترام ہونا چاہیئے، جس قوم میں محنت کا احترام نہیں کیا جاتا وہ آہستہ آہستہ کمزور ہو کر مٹ جاتی ہے کیونکہ لوگ محنت سے دلچسپی ہٹا دیتے ہیں۔

(۳) سماج اور قوم کے اصول کی پابندی لازمی جاننی چاہیئے۔

(۴) غیر رواداری، تنگ نظری اور مذہبی تعصب سے انسانیت اور ترقی کا خون ہو جاتا ہے۔

گاؤں کی باتیں (۱) گاؤں کی صفائی کا خیال حتی القدور لازم جاننا چاہیئے۔

(۲) تقریریں ایسی ہونی چاہیئے جن سے سادی زندگی اور اونچے خیالات پیدا ہوں، بیکاری و بے علمی کے خلاف جذبہ رکھنا لازم ہے۔

(۳) ہمیں یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ کوئی ایسا کام عمل میں نہ آئے جس سے ہمارے گاؤں کی توہین ہو۔ اور گاؤں کی ہر طرح کی ترقی کا خیال لازم ہونا چاہیئے ہر آدمی کے دل میں وطن پرستی کا جذبہ ہونا ضروری ہے۔

گاؤں کے اصول اگرچہ کتنے ہی دل پذیر بیدا کریں مگر انھیں عمل میں لانا

ضروری ہے۔ اس سے اتحاد پیدا ہوتا ہے، جب تک ہم جذباتی، مالی، اور وقتی سب طرح کا ایثار نہیں کریں گے، نہ ہمارا گاؤں ترقی کر سکے گا اور نہ قوم، یہ پورا خیال رہے۔

قومی برادری: ہم پر لازم ہے کہ ساری قوم کو ہم اپنا خاندانی دائرہ سمجھیں کسی طرح کا تفرقہ دل میں نہ لائیں۔ تنگ دلی ترقی قومی کی زبردست دشمن ہے۔

عام مفاد کے لیے ہر کام ہونا ضروری ہے۔ دوکاندار، ادیب، معلم، معالج، شاعر، مبلغ ہر ایک کے پیش نظر قومی یک جہتی اور اتحاد باہمی کا خیال رہنا چاہیے۔

رحم دلی بھی قومی مفاد میں بہت زبردست اثر رکھتی ہے نہ صرف کمزور انسانوں ہی پر رحم کیا جائے بلکہ کمزور جانوروں پر بھی کرم و عنایت ضروری ہے۔ کیونکہ یہی چھوٹی عنایت اوپر ترقی کر کے تمام انسانوں تک پہنچتی ہے۔

بچے اور اُن کا مستقبل

THE BABY & HIS FUTURE

یہ رسالہ بچوں کے ساتھ ساتھ ان کے والدین

کے لئے بھی بہترین معلومات کا ذریعہ ہے۔

ملنے کا پتہ:-

اسلام بک ڈپو، چھتہ مسجد روڈ، ہزاری باغ

صادق بک ایجنسی چوک لکھنؤ۔

کتب خانہ امامیہ عباسیہ محلہ چندوارہ مظفرپور (بہار)

بک ہاؤس سبزی باغ پٹنہ

ماسٹر سید صغیر حیدر

اسسٹنٹ سکریٹری

مدرسہ ناصر الایمان، گوپال پور

ڈاکخانہ، باقر گنج، ضلع سیوان (بہار)

باسمہٖ تعالیٰ

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ

"یقیناً تمہاری اولاد اور دولت ایک آزمائش ہے"

والدین کے فرائض کو ظاہر کرنے والا ایک اہم رسالہ

(حصہ اوّل)

بچے اور ان کا مستقبل

از

ناقد بصیر جناب مولانا سید نذر حسن صاحب قبلہ گوپال پوری دام عزہٗ

ناشر

عالم حسین سکریٹری مدرسہ ناصر ایمان

موضع گوپال پور ڈاکخانہ باڈ گنج ، ضلع سیوان

قیمت

دی آرٹ پریس، پٹنہ ۴

باسمہٖ تعالیٰ

محترم ناظرین! مدرسہ ناصر الایمان گوپالپور کی بنا حجت الاسلام آغائے ہندی جناب مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ مرحوم نے سنہ [illegible] میں ڈالی تھی مرحوم کے عین حیات یہ مدرسہ بہت خوبی کے ساتھ چلتا رہا اُس وقت مدرسہ میں تین مدرس تھے مگر مرحوم کے انتقال کے بعد قدرے کمزوری پیدا ہو گئی۔ امتدادِ زمانہ پر جتنی مصیبتیں بڑھتی گئیں مدرسہ رفتہ رفتہ مالی حالت سے کمزور ہوتا گیا تھا چونکہ مولانا ندر حسین صاحب قبلہ نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا اس لئے ممدوح بھی سے سنبھالتے رہے ادھر دو برسوں سے چونکہ ممدوح اب گھر پر نہیں ہیں مدرسہ کی مالی حالت انتہائی خرابی کو پہنچ گئی اور مدرسہ بالکل گر گیا جس کی نئے سرے سے تعمیر کرانا ہے جس میں بڑی رقم کی ضرورت ہے تو بزرگان بستی نے اسے میرے حوالے کر دیا ہی اس کی سدھار میں پوری کوشش کر رہا ہوں اور انشاء اللہ کرتا رہوں گا۔ اسی امداد کی ایک صورت یہ رسالہ بھی ہے۔ اس کی قیمت مدرسہ کی امداد میں جائے گی۔ اس لئے آپ ہمدردانِ دینِ متین سے التجا ہے کہ زائد سے زائد تعداد میں خرید فرما کر خود بھی تقسیم کریں یہ رسالہ بچوں کے ساتھ ساتھ ان کے والدین کے لئے بھی بہترین معلومات کا ذریعہ ہے اس طرح آپ علمِ دین کی مدد بچوں کی اصلاح مدرسہ کی امداد اور مولانا مرحوم کی روح کو خوش سمجھی کچھ فلاحِ دارین حاصل کریں گے۔

احقر:

عالم حسین

سکریٹری مدرسہ

مورخہ: یکم اپریل سنہ ۷۵ء

باسمہ تعالیٰ

دیباچہ

نظامِ ملک میں خرابی، عام پبلک میں بے چینی، نکبت وافلاس کا دور دورہ، بدامنی وپراگندگی کا راج، لاقانونیت کا رواج اور تباہی وبربادی کی جہانگیری۔ غرضکہ سارے تباہ کن حالات محض عام پبلک کی جہالت اور برسرِ کار نوجوانانِ ملک کے ناتربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے ظہور میں آتے ہیں۔ یہ امر بدیہیات سے ہے۔ اب رہا یہ شبہ کہ جس ملک میں لاکھوں تعلیم گاہیں، ہزاروں ٹیچران اور سیکڑوں کالج اور یونیورسٹیاں ہوں، کیا اس ملک کی بابت بھی پبلک کے جاہل اور نوجوانوں کے ناتربیت یافتہ ہونے کا خیال ہوسکتا ہے؟ میں کہوں گا کہ ہاں، ہوسکتا تو در کنار ہو ہی رہا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان ساری درسگاہوں میں تعلیم تو ہوتی ضرور ہے مگر تربیت غائب ہے! تعلیم کے ذریعہ کسی ملک کو اعلیٰ سے اعلیٰ دنیاوی ترقیوں تک تو پہنچایا جاسکتا ہے مگر بچوں میں خوش اخلاقی، قومی ہمدردی غریبوں سے انسیت اور سماجی بہبودیوں کے خیالات۔ یہ صرف تعلیم کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ ان میں تربیت کو زبردست دخل ہے۔ تربیت بچوں کو انسانیت کے صحیح سانچے میں ڈھالتی اور انہیں حقیقی معنوں میں انسان بناتی ہے۔ مگر یہ تربیت صرف ٹیچروں کی تعلیم سے نہیں حاصل ہوسکتی بلکہ اسے تربیت یافتہ والدین کی گود اور ان کے سایہ ونگرانی کی ضرورت ہے، والدین ہی اپنے بچوں کو انسان سے انسان یا شیطان سے شیطان بنا سکتے ہیں۔ والدین کی انہیں

ذمہ داریوں کے ماتحت اسلام نے ان پر بڑے بڑے فرائض عائد کئے ہیں جن کی طرف قرآن پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے۔ انما اموالکم واولادکم فتنۃ یعنی تمہاری دولت اور اولاد تمہارے لئے آزمائش کے ذریعے ہیں یعنی قدرت یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ تم ان دونوں چیزوں کو کس طرح دنیا میں پیش کرتے ہو آیا اپنی ذمہ داریوں کا احساس کر کے ان کو صحیح اور نیک راہ پر لگاتے ہو یا انھیں برے ذرائع سے برائیوں کا آلہ کار بنا دیتے ہو۔ چنانچہ یہ رسالہ والدین کی انھیں ذمہ داریوں کو پیش کرنے کی خاطر لکھا گیا ہے۔

احقر :۔ نذر حسن، گوپال پوری

۴ ستمبر سنہ ۶۴ء

فہرست

پہلی منزل

تکوین جنین

ماں کے رحم میں بچّے کی خلقت

بچے کی خلقت کی پہلی منزل ماں کے رحم میں نطفہ کا انعقاد ہے۔ یہ انعقاد نطفہ بادی النظر میں تو سبھی جانتے ہیں کہ ماں باپ کے مادۂ منویہ سے ہوا کرتا ہے، مگر بچوں میں اثرات کیسے اور کہاں سے آتے ہیں یہ بہت ہی پوشیدگی میں ہے۔ اس کے بابت ہم دو محققین فلسفۂ جدید کے باہمی تبادلۂ خیالات نمونتہً پیش کر رہے ہیں۔

مسٹر موک[1]۔ والدین کی خصوصیات ان کے بچے تک کیسے منتقل ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر روکس۔ صرف انسانی والدین ہی نہیں بلکہ تمام مخلوقات روحیہ میں ان کے والدین کے خصوصیات بچوں تک ایک مرکزہ[2] کے ذریعہ منتقل ہوتی ہیں۔ جو خلیہ کے اندر ہوتا ہے۔ یہ مرکزہ ایک شئے پر مشتمل ہوتا ہے جس کو کروموٹین کہتے ہیں جو بہت ہی ننھے ننھے کو منما (؟) ذرّوں کی شکل کے ہوتے ہیں جن کو لون جسم کہتے ہیں، والدین کی خصوصیات کے حقیقی حامل یہی لون جسم ہوتے ہیں جو پرکھوں کے سارے خصوصیات لیے ہوئے مرکز و(؟)

---

[1] مسٹر موک "عجائب خانہ" تاریخ طبعی کے شعبہ ادارت امریکہ کے ایک معزز رکن ہیں۔ اور ڈاکٹر روکس نیویارک سائنس اکاڈیمی کے صدر رہیں۔

[2] جسمانی عمارت جن اکائیوں سے بنتی ہے انھیں خلیہ کہتے ہیں کہنے کیلئے یوں کہئے کہ جسمانی عمارت کی اینٹوں کا نام خلیہ ہے۔ اس خلیہ کے اندر بہتیری چیزیں ہوتی ہیں، دیری (؟) چھلکا، مرکزی حصہ، اندرون مرکز، کرومیٹین، سائٹو پلازم اور ڈھیکول۔

میں موجود رہتے ہیں۔

مسٹر ماک۔ لفظ خصوصیات سے آپ کا کیا مطلب ہے۔

ڈاکٹر ردکس۔ انسان کی ساری جسمانی وروحانی خاص باتیں مثلاً بالوں و آنکھوں کی رنگت، جلد کی رنگت و بناوٹ، اس کے جسم کے کسی حصہ کی اکائیوں کی تعداد مثلاً انگلیاں چہرے کی گولائی ولمبائی...... وغیرہ اور دماغی خصوصیات میں فطانت، ذہن، مکاری، خودغرضی، استقلال، ہمت یا بزدلی..... وغیرہ ہیں۔

(یہ بحث طویل ہے ملاحظہ ہو، مکالمات سائنس (مکالمہ ۱۲)، انجمن ترقی اردو مطبوعہ سنہ ۲۶ع)

ناظرین نے یہ مکالمہ دیکھا۔ بنائے علیہ اگر والدین حسن صورت اور جسمانی صحت اور روحانی صفات سے متصف ہوں گے تو ان کے بچے بھی ویسے ہی خوبصورت و نیک سیرت پیدا ہوں گے یا خلاف اس کے اگر کسی طرف نقص ہوا تو بچوں کی ظاہری و باطنی تکمیل میں بھی نقص و کمی ضرور ہوگی۔ لہذا والدین کو چاہیے کہ اچھی اولاد پیدا کرنے کے لیے خود وہ حسن ظاہری و باطنی سے مزین ہوں۔ والدین کے مادۂ منویہ سے چوں کہ بچوں کی فطرت بنتی ہے اس لیے یہ بنیادی خصوصیات آئندہ زندگی کے ہر ہر قدم پر نمایاں اور اپنے اثرات ظاہر کئے بغیر نہیں رہتیں۔ والدین کی ان ظاہری و باطنی خصوصیات سے قابل یادداشت یہ ہے امر کہ روحانی خصوصیتیں زائد پائیدار ہوتی ہیں۔ اور اتنی پختہ کہ بیرونی اثرات پذیر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بخلاف ظاہری و جسمانی باتوں کے کہ ان پر بیرونی موثرات کبھی تو بوجہ غفلت اور کبھی بوجہ لاعلمی اثر انداز ہو جاتے ہیں مثلاً اجرام علوی کے اثرات، اوقات جماع کے اثرات، والدین کے اچھے اور برے خیالوں کے اثرات، جس خون

سے مادۂ منویہ تیار ہوا ان کے اجزاء غذائی کے اثرات، فصل و موسم پھر ماحول و مکان جماع کے اثرات، .... وغیرہ ان سارے موثرات کے اثری نتائج بچوں کی جسمانی ساخت پر اچھے یا برے کیفیات ضرور طاری کر دیتے ہیں، جن کے نتیجہ میں بچے مکمل الخلقت یا ناقص الخلقت پیدا ہوتے ہیں جنھیں کچھ لوگ اپنے عقائد کی بنا پر سابق جنم کا نتیجہ متصور کرتے ہیں۔ ان بیرونی موثرات میں اجرام علویہ اور ان اقترانی اثرات کی دریافت تو بیحد مشکل ہے۔ ہاں باقی بیرونی موثرات کے حالات چونکہ سہل الحصول اور معمول بہ ہونے آسان تھے اس لئے شارع نے مفاد عامہ کے ماتحت انھیں مفید ہدایات کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔ مثلاً:-

(۱) جماع بیرونی اثرات و خیالات یا ہوس رانی کے ماتحت نہیں ہونا چاہئے۔

(۲) جماع کے وقت دماغ اچھے خیالات اور دل میں نیک ارادے ہونے چاہئیں۔

(۳) جماع سے پہلی غذا حلال و صاف و پاک ہو۔

(۴) جماع کا وقت معتدل ہو، زیادہ گرمی یا پریشانی نہ ہو اور ماحول پر سکون ہو۔

(۵) جماع سے پہلے فریقین کو خوش طبعی کے ذریعہ دل کو نشاط انگیز اور دماغ کو پر سکون کر لینا ضروری ہے۔

ان ہدایات پر مشتمل از حد کچھ احادیث پیش کر دینا بیحد لازم ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول عربیؐ کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

بوقت جماع کن باتوں سے پرہیز ضروری ہے۔

رسول عربیؐ فرماتے ہیں کہ اے علیؑ مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ:۔

اول ماہ و وسط و آخر ماہ میں جماع نہ کرنا چاہئے۔ ورنہ بچہ مجنوں، مجذوم یا فسادی ہوگا۔

تطہر کے بعد کبھی جماع نہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ بچہ آنکھ سے احول (ترچھی آنکھ) پیدا ہوگا۔

جماع کے وقت باتیں نہیں ہونا چاہیئے۔ ورنہ بچہ گونگا ہو سکتا ہے[1]۔

جماع میں عورت کے اندام پر نظر نہیں پڑنی چاہیئں۔ ورنہ بچہ اندھا ہو سکتا ہے۔

شہوانی خیالات کے ماتحت جماع نہیں ہونا چاہیئے۔ ورنہ بچہ گونگا ہوگا۔

کھڑے ہوکر کبھی جماع نہیں ہونا چاہیئے۔ ورنہ بچہ بچھونے پر پیشاب کرنے والا ہوگا۔

عید الفطر کی رات میں ” ۔ ورنہ بچہ بہت شریر پیدا ہوگا۔

عید بقر کی رات میں ” ۔ ورنہ بچہ ناقص انگلیوں کا ہوگا۔

ثمر دار درخت کے نیچے ” ۔ ورنہ بچہ جلاد اور شقی القلب پیدا ہوگا۔

آفتاب کی دھوپ میں ” ۔ ورنہ بچہ مفلس اور تنگدست پیدا ہوگا۔

اذان اور اقامت کے وقت ” ۔ ورنہ بچہ ظالم پیدا ہوگا۔

پندرہ شعبان کی رات میں ” ۔ ورنہ بچہ بدکردار پیدا ہوگا۔

رات کے پہلے حصہ میں جماع نہیں ہونا چاہیئے ورنہ بچہ ساحر و دنیادار ہوگا۔

تحت الشعاع میں جماع ” ” ۔ ورنہ حمل کے ساقط ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

حالت حیض میں جماع ” ” ۔ ورنہ بچہ گنجہ سر پیدا ہوگا۔

گھر کے دیگر افراد کی بیداری کے وقت ” ۔ ورنہ بچہ زناکار پیدا ہوگا۔

اسی طرح سفر والی رات میں ” ۔ ورنہ بچہ فضول خرچ ہوگا۔

مکان کی چھت پر جماع ” ۔ ورنہ بچہ منافق صفت ہوگا۔

اسی طرح ننگے بدن، روبقبلہ یا پشت بقبلہ، سفر میں، محتلم کو بغیر وضو یا

---

[1] روایتوں میں ہو سکتا ہی کا لفظ ہے، وجہ یہ ہے کہ خالق عالم کی مشیت کبھی کسی وجہ سے بدل بھی جاتی ہے اس لئے ہمیشہ نہیں کبھی کبھی خلاف ہو سکتا ہے۔

طہارت کئے یا طلوع وغروب آفتاب کے وقت زلزلہ وسیاہ و زرد وسرخ آندھی کے وقت، گہن کے وقت، عقرب کی تاریخوں میں بھی جماع سے پرہیز لازم ہے۔

اسی طرح رسول عربیؐ سے وہ روایتیں بھی ملتی ہیں جو جماع کے لئے بہتر وقت کو بتا رہی ہیں ارشاد ہے اے علیؑ۔

سمبار کی رات کو جماع کرنا خوب ہے۔ اگر بچہ پیدا ہوگا تو صاحب فہم ہوگا۔
جمعرات کی رات کو " ۔ اگر بچہ ہوگا تو حاکم وعالم ہوگا۔
جمعرات کے دن کو " ۔ اگر بچہ ہوگا تو نیک اور خدا پرست ہوگا۔
جمعہ کے دن بعد ظہر " ۔ بچہ فقیہہ ہوگا۔
جمعہ کی رات کو " ۔ بچہ بہت خدا پرست ہوگا۔
منگل کی رات میں " ۔ بچہ بڑا ہی ایماندار ہوگا۔

ان اوقات کے علاوہ ممنوعہ اوقات کو چھانٹ کر باقی اور اوقات میں بھی جماع کی ممانعت نہیں ہے البتہ وفات آئمہ کی تاریخوں اور خصوصاً عشرہ محرم یا ایسے ہی المیہ تاریخوں میں ممانعت احترامی ہے ان میں جماع سے بچیں۔

میں نے اوپر لکھا ہے کہ بچے کی تخلیق پر بہتیرے موثرات اثرانداز ہوا کرتے ہیں جن کی پوری تفصیل تو ذرا طوالت سے خالی نہیں، البتہ تھوڑی تفصیل اوپر گذری، اب کہنا یہ ہے کہ ان موثرات میں دو چیزوں کے اثرات چونکہ بہت گہرے اور ہمہ گیر ہوتے ہیں۔ اس لئے میں ان کی مختصر تشریح مناسب جانتا ہوں۔ اس میں پہلی اہم چیز غذا ہے جس سے خون تیار ہوتا ہے جو مادہ منویہ کی تولید کا منبع ہے عدم توجہی کے باعث عموماً لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ چاہے غذا کیسی ہی ہو جب وہ خون بن گئی تو شکل بدل گئی۔ ایسا نہیں ہے۔ یہ خیال بالکل غلط اور ناتوجہی کے

باعث پیدا ہوا ہے، یہ خون محض خون نہیں ہے بلکہ جیسی غذا آپ نے کھائی ہے۔
اس غذا کے تمام اجزاء ترکیبیہ اور ان اجزاء کے اثرات کو لئے ہوئے یہ خون
تیار ہوا ہے اگر ان اجزاء میں پاک و صاف چیزیں ہیں تو ویسے اثرات خون میں موجود
ہوں گے اور اگر اجزاء گندے اور خراب قسم کے ہیں تو ویسے اثرات خون میں رہیں
گے۔ دیکھئے شیر اپنی غذا ئے قوی کے باعث شیر رہتا ہے اور سور غلیظ کھا کر سور
ہے۔ یہ غذا ہی کا اثر ہے کہ شیر جانوروں کے مقابل جنگ کرتا اور ان پر حاوی رہتا
ہے۔ اور بکری ذرا سی آہٹ پر فرار ہو جاتی ہے، شیر کی ہمت و جراءت اور سور
کی بے حیائی اس کے غذائی اثرات ہی کا نتیجہ ہیں۔ اگر اجزاء غذائیہ کے اچھے و برے
اثرات نہ پڑتے تو بری چیزوں کے استعمال کی ممانعت کسی دین و مذہب میں نہ
ہوتی ــــ اب ذرا غور کیجئے، ایک نوجوان بچہ جس کے تمام اعضائے جسمانی مکمل
و مضبوط ہو چکے رہتے ہیں شراب خواری کے بعد محکوم و مغفل ہو کر جب برے اقوال و
افعال کا عامل ہو جاتا ہے تو کیا ان بچوں پر برے اجزائے غذائیہ کے برے اثرات
موثر نہ ہوں گے جن کے اعضائے جسمانیہ ابھی عالم نمو میں جا رہے ہیں اور ان
کے احشاء کتار عنکبوت سے زائد نرم و کمزور ہیں؟ کیا بچوں کے وہ اعصاب و عضلات
ابھی معمولی حالت میں جس سے ان کی تخلیق ہونے والی ہے شراب کے تند و طوفان خیز
اثرات سے متاثر نہ ہوں گے؟ اسلام نے انہیں وجوہ سے مسکرات
کے استعمال کی سخت ممانعت رکھی ہے۔

دوران حمل میں حرام غذاؤں کے اثرات ظاہری ہی نہیں بلکہ باطنی کیا کیا برے
نتائج پیدا کرتے ہیں اس کی بابت ایک مشہور واقعہ درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔
ایک ذی مرتبت عالم جو زاہد بھی تھے جنھوں نے مدت العمر حرام چیزوں کا استعمال

تو درکنار مکروہات کو بھی کبھی ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اور ان کی زوجہ محترمہ بھی اتفاقاً
بلکہ یوں کہوں کہ شوہر کی محبت و وفاداری میں ایسی ہی پاک باطن و صاف طینت تھیں،
ان کے ایک بچے نے ایک بہشتی کی مشک میں جو پانی بھرے لئے جا رہا تھا ایک سوئے
سے سوراخ کر دیا جس سے سارا پانی بہہ گیا، بہشتا دوڑا ہوا اس عالم دین کے
پاس پہنچا اور واقعہ کو بیان کر کے رونے لگا، عالم دین اس واقعہ سے بہت متاثر
ہوئے اور اسے خسارہ دے کر رخصت کر دیا، پھر اپنی زوجہ کے پاس پہنچ کر متحیر
ہو کر بولے کہ اس بچے میں یہ اثر کیونکر پیدا ہوا؟ دونوں دیر تک محو حیرت رہے اس
کے بعد بیوی نے کہا، آپ اب پریشان نہ ہوں جو بات بچے سے گذری وہ پہلی اور آخری
تھی اب انشاء اللہ آج سے مدت العمر اس بچہ سے کوئی فعل نامناسب ظہور میں آنے
نہیں پائیں گے۔ اس ایک نامناسب فعل کی ایک وجہ ہے، جس زمانہ میں یہ بچہ پیٹ
میں تھا، آپ نے کسی یہودی کے کچھ سیب امانتاً رکھنے کو دیا تھا، سیبوں کی خوشنما
رنگت نے میرے نفس امارہ کو ابھارا، حمل میں اچھی غذاؤں پر میلان ہوتا ہے۔
میں دل کو روکتے روکتے بھی بے اختیار ہو گئی اور صرف سوئی کی ایک نوک سیب
میں چبھو کر زبان پر رکھی، اس معمولی حرام چاشنی کا یہ اثر تھا جو آپ نے سوا چبھونے کی شکل میں دیکھا

بہرحال آپ نے ایک معمولی سے ذرہ، مگر بصورت ناجائز غذا کا اثر دیکھا

حقیقت انتہا درجہ قابل غور و عبرت ہے۔ وائے برحال حالانکہ نمعلوم غیروں کی چیزوں
کو کتنی مقدار میں ظلماً و غصباً اور چوری و حیلہ سازی سے شیر مادر بنا کر گھونٹ جاتے
ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے بچے کس صفت کے پیدا ہوں گے ظاہر ہے حرام غذاؤں
سے پیدا ہونے والے بچے اگرچہ نسلاً حرامی تو نہیں کہے جا سکتے مگر صفۃً تو وہ ضرور
ہی ہو جاتے ہیں۔ آپ ایک اور امر کی طرف توجہ فرمائیں۔ ہم نے کسی حلال وغیرہ

غذا کو چوری کے ذریعہ حاصل کیا اور کھا لیا۔ اس غذا سے جو خون پیدا ہوگا،
کیا ویسا ہی ہوگا؟ جو آپ کے قوت بازو سے حلال کمائی ہوئی غذا سے پیدا شدہ
خون؟ کیا ضمیر کی کوئی آواز نہیں ہے؟ چوری کی حرکتوں پہ خود اپنا ضمیر لعنت کرتا
ہے۔ اور اچھی حرکتوں پر روح کو بالیدگی، دل کو خوشی اور دماغ کو ایک سکون
حاصل رہتا ہے۔ جو کسی برہان کی محتاج نہیں! اب آپ خیال فرمائیں کہ جب
حلال و طیب غذا کے اثرات ایک ظاہری و عارضی وجہ[1] سے اچھے نتائج کی جگہ
برے ثمرات سے بدل جاتے ہیں۔ تو اگر غذا خود حرام ہی چیز سے حاصل کی جائے،
اس کے اثرات کتنے سخت اور دیرپا ہوں گے، اور اس سے جو جسم تیار ہوگا
اور جو دماغ بنے گا کیسے خیالات و صفات کا حامل ہوگا؟

بہرحال یہ تھا غذائی اثرات پر مختصر تبصرہ۔ اب ہم خیالی اثرات پر بھی
روشنی ڈال دینا مناسب جانتے ہیں۔ "مالیخولیائی مریض"، تمام امراض جسمانی
سے بری رہ کر بھی مریض بنا رہتا ہے یہ صرف اس کے خیالات کے اثرات ہیں۔
خیالات میں بڑی زبردست طاقت ہوتی ہے، ہٹا کٹا انسان جسے کوئی مرض نہ
ہو اگر اپنے کو مدقوق سمجھنے لگے تو کچھ دنوں بعد مدقوق ہو ہی جاتا ہے یہ روزمرہ کے
واقعات ہیں بخلاف اس کے مدقوق کو خوش خیال، آزاد فکر اور مطمئن دماغ رکھ

---

[1] عارضی وجہ: چیز حلال تھی چوری کر کے ہم نے اسے حرام بنا لیا، اس
نامناسب فعل کے خیالی و ضمیری کشاکش نے خون پر اثرات ڈالے اور وہ
خون متاثر ہو کر ویسا خالص نہ رہا جیسا حلال غذا کا ہوتا ہے خیالات انسانی
کے اثرات قلب پر پڑتے ہیں جو خازن خون اور اس کا تقسیم کنندہ ہے لہذا
قلب کے ذریعہ خون پر بھی اثر پڑنا ناگزیر ہے۔ نذر

کر صحت بلند بنا دیا جا سکتا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ ہیضہ و پلیگ کی ہیبتناک افواہیں
جب انسان کے خیالات پر حاوی ہو جاتی ہیں اور وہ برابر انھیں پیش نظر رکھتا
ہے تو اکثر مبتلا بھی ہو جاتا ہے۔ کیا یہ سارے کرشمے قوت متخیلہ کے نہیں ہیں؟ ـــ
لہذا مرد و عورت طرفین کو وقت جماع برے خیالات سے پرہیز ضروری ہے۔

بچے کی تکوین میں ماں کا حصہ آدھا تو ہوتا ہی ہے اس کے ساتھ ساتھ
جنین ماں کے رحم میں نو مہینے مزید پرورش پاتا ہے اس لئے عورتوں سے متعلق
دو فرائض اور بھی مزید عاید ہو جاتے ہیں ایک یہ کہ شریک زندگی یعنی بچے کی ماں
کیسی ہونی چاہئے، دوسرے یہ کہ ان نو مہینوں تک (جن میں بچہ ماں کے رحم میں
رہتا ہے) ماں کے فرائض کیا کیا ہیں؟

زوجہ کا انتخاب

حضرت صادق آل محمدؑ کا ارشاد ہے کہ عورت مثل حلقہ گردن کے ہے
لہذا اسے ایسا ہونا چاہئے۔ جو آرام دہ ہو، تکلیف دہ نہ ہو، نیک عورت سونے
و چاندی سے بہتر ہے اور بد عورت مٹی سے بھی بدتر ہے۔ عورت و مرد کو ہم رتبہ
اور ہم نسب ہونا چاہئے۔

ایسی عورت پسند کرو جو لائق ہو تاکہ اس سے لائق فرزند پیدا ہو۔

ایک اور روایت میں انھیں حضرت سے منقول ہے کہ عورت کو حسن و جمال
کے لالچ میں نہ اختیار کرو ورنہ آخر کار دونوں سے محروم ہو جاؤ گے۔ جو انسان
عورت کے انتخاب میں خوبی سیرت پیش نظر رکھتا ہے تو پروردگار عالم مال و
حسن بھی عطا کر دیتا ہے۔

حضرت رسول عربیؐ کا ارشاد ہے کہ بہترین عورت وہ ہے جس سے اولاد

ہو اور وہ شوہر کی وفادار ہو" صاحب عفت ہو، اپنوں سے اچھا سلوک کرتی ہو، اپنے شوہر کے لئے زینت کرتی ہو اور نامحرموں کی آنکھوں سے بچتی ہو، غیر حاضری میں شوہر کے مال و متاع کی نگراں ہو۔ پھر فرمایا کہ بدترین عورت وہ ہے جو اپنوں میں ذلیل ہو، اس سے اولاد نہ ہوتی ہو، شوہر کی غیر وفادار ہو، بے حیا ہو، اور دوسروں کے دیکھانے کے لئے زینت کرتی ہو،

دوسری حدیث میں ہے کہ عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کا خرچ کا کم ہو اور بری عورت وہ ہے جس کا مہر زائد ہو۔

حضرت علیؑ امیر کا ارشاد ہے کہ گندم گون عورت تلاش کرو جو فراخ پیشانی بھی ہو اور سیاہ چشم گداز کمر، طویل بال کہ یہی عورت کا حسن ہے اور نیک و صالح ہو، ضروری ہے۔

حضرت رسول خداؐ نے جناب زید بن خارجہ سے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے بدترین مرد وہ ہے۔ جو بغیر شادی کے مرا ہو، عورتوں سے محبت کرنا یہ انبیاء کی میراث ہے۔ عورتوں کی محبت سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔ لیکن ان چند طرح کی عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ جو بہت باریک کمر ہو، سر اٹھا کر گھمنڈ میں چلے، جو پہلے شوہر کی بچہ دار ہو، بیہودہ گو ہو، احسان جتانے والی ہو، لمبی ٹھڈیوں والی ہو۔ کثیر الحیض ہو، سخت مزاج ہو، بدشہور ہو، اور شوہر اول کی ترک کردہ ہو۔ بڑی ہنسوڑی ہو، تراندگیپی ہو، شوہر کے مال کو بے پرواہی سے خرچ کرنے والی ہو۔

اب ہم حمل کے زمانہ کی احتیاطیں درج کر رہے ہیں۔

عورتوں کو زمانۂ حمل میں صاف عمدہ، تازہ اور زود ہضم غذا کرنی

چاہیے، اور گندی، خراب و دیر ہضم غذا سے بچنا چاہیے، یہ بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ قبضیت نہ رہنے پائے، پاخانہ صاف ہو۔

۲- صاف و کھلی ہوائیں بود و باش رکھے اور گندی و بند جگہ پر نہ رہے

۳- خود صاف و ستھری رہے اور گندگی و گندہ لباس سے بچے۔

۴- بُرے خیالات کو پاس نہ آنے دے اور نہ کسی طرح کا ڈر دل و دماغ پر آنے پائے، بلکہ ہمیشہ دل کو خوش و دماغ کو مطمئن رکھے اور غسل کرتے رہنا چاہیے۔

۵- ہلکی محنت بھی کرے مگر ایسی نہیں جس سے تھکن حد سے زائد بڑھ جائے۔

۶- دل جمعی کے لئے مقدس کتابیں اور دین و مذہب کے بڑوں کے حالات زندگی پڑھا کرے۔

۷- ایام حمل کے پہلے تین مہینوں میں کودنے پھاندنے اور زائد بھاری چیزوں کے اٹھانے سے پرہیز لازم ہے، تیز دست آور و زائد پیشاب لانے والی دوا استعمال نہ کرنا چاہیئے۔

نوٹ:- ایک خوش نصیب و خوش زندگی عورت کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنے کو شوہر کی وفادار، لوگوں میں نیک نام، حقوق خدا کی پابند اور باحیا و با عفت رہے اور جو اوصاف اچھی عورتوں کے اوپر بتائے گئے ہیں ان سے اپنے کو متصف کرے تاکہ اس کی زندگی دلجمعی و خوش حالی سے کٹے اور ہر طرح نیک نام رہے۔

تکوین جنین میں چونکہ ماں کا حصہ زائد ہوتا ہے اس لئے ماں کے صفات بچوں میں باعتبار باپ کے زائد آتے ہیں۔ حیا و بے حیائی حیلہ و تدبیر وفا و بے وفائی، مروت و بے مروتی ..... وغیرہ ماں کی طرف سے اور انصاف و ظلم، استقلال و پست ہمتی، غصہ و صبر ..... وغیرہ

باپ کی طرف سے ورثہ میں ملتے ہیں۔

سیرت فرزند ہا از امہات

جوہر صدق و صفا از امہات

دوسری منزل

بچوں کی شیر خوارگی کا زمانہ

یہ زمانہ دو برسوں کا ہوتا ہے، یا اگر کسی ضرورت کے ماتحت بڑھایا جائے تو ماں کا دودھ زائد سے زائد چھ سات مہینے تک اور دیا جا سکتا ہے۔

بچوں کی دنیاوی زندگی کا یہ دور ظاہراً پہلا دور ہے جو بہت ہی نازک کہا جا سکتا ہے۔ اس دور میں بچوں کی جسمانی نشو و نما ہوتی ہے۔ جو ان کی آئندہ زندگی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اگر بچے کے والدین حسن صورت و سیرت سے آراستہ تھے تو بچہ بھی ان کے صفات لے کر پیدا ہی ہوا ہے اس کے ساتھ ساتھ اگر اس رضاعتی دور کو با حسن و اصول اتمام تک پہنچا دیا گیا تو ان میں پہلی بنیادی و فطری خوبیوں کی مضبوطی اس رضاعت کے ذریعہ بہت کچھ مکمل ہو جائے گی، جسے آپ بہ الفاظ دیگر یوں کہئے کہ والدین کے نطفہائے ممزوجہ سے بچے کی فطرت بنی تھی اب اچھی رضاعت سے اس کی پشتی و پختگی عمل میں آئے گی۔

بچوں کیلئے من جمیع الجہات بہتر دودھ ماں کے دودھ کے علاوہ کوئی نہیں بشرطیکہ ماں صحت مند و تندرست ہو، ہاں بدرجہ مجبوری بیرونی دودھ پلایا جا سکتا ہے مگر اس کے لئے وہی شرائط ملحوظ رکھنے ہوں گے جو اوپر اچھی

عورت کے صفات ہیں گذرے۔ لوگ غفلتہً یہ بہت برا کرتے ہیں کہ بلا اہتمام جو بھی دایہ مل گئی دودھ پلانے کے لیے مقرر کر دی گئی، آپ اگر کسی خراب صفت دایہ کو اچھی سے اچھی غذا کیوں نہ دیں، یہ اچھی غذا اس بچہ کی جسمانی تکمیل میں اگرچہ بہت کچھ معاون ضرور ہوگی مگر جوہر غذا دایہ کی روحانی خرابیوں سے ملوث ہو کر جو آ رہا ہے تو اس خرابی کو کیسے دفع کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے دایہ اچھے صفات سے متصف ہونا اور اگر نسلاً بھی پاک ہو تو بہت بہتر ہے۔ دیکھئے کسی شیر کے بچے کو بکری کا دودھ پلا کر شیر دل نہیں بنایا جا سکتا۔ اسی طرح کسی بھیڑئیے کو شیرنی کا دودھ دے کر زیادہ سے زیادہ اس کے دل میں تھوڑی سی دلیری البتہ بڑھا دی جا سکتی ہے مگر جملہ شیرانہ صفات نہ تو اس شیر بچہ میں آسکیں گے اور نہ اس بکری بچہ میں۔ اس لیے معلوم ہوا کہ اچھی فطرت اور اچھی رضاعت دونوں لازم وملزوم ہیں۔ یہی حال اصول رضاعت کا بھی ہے کسی بچہ کو صحیح طور پر با عمل انسان بنانے کے لیے اس کی اچھی رضاعت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ شریعت اسلامیہ نے اس پر سخت تاکید رکھی ہے ارشاد ہوتا ہے۔

حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ نافع ترین ومبارک دودھ بچوں کیلئے اس کی ماں کا ہے۔

صادق آل محمدؐ کا ارشاد ہے کہ شرابی وحرام خوار عورت کا دودھ ہرگز نہ پلاؤ، اسی طرح زناکار عورت کا دودھ جو دودھ زنا سے پیدا ہوا ہو نہ پلاؤ! بیوقوف عورت کے دودھ سے پرہیز کرو، پھر اس عورت کے دودھ سے بچو جو بیدالنسبی عیبی ہو۔ کیونکہ دودھ کے اثرات بچوں پر گہرے پڑتے ہیں۔

ایک معصوم کا ارشاد یہ بھی ہے کہ بچے کا نام بھی اچھا ہی رکھا کرو، جس سے خدا اور رسول اور اس کے پسندیدہ بندوں کی یادیں تازہ ہوتی رہیں

نہ ایسا نام جو ظلم وجور، تمرد و سرکشی اور یزیدیت کو یاد دلائے۔ علم نفسیات کے پڑھنے والے جانتے ہوں گے ایک عالی دماغ انسان کے نام اور کارناموں کا خیال بچے کو نفسی طور پر عالی دماغ بننے میں ممد ہوتا ہے۔ (اگر چہ بطور استثناء اس کے خلاف بھی ہوتا ہے مگر وہ بیرونی وجوہ کی بنا پر ہو جاتا ہے) غور کیجئے یہ روزانہ کا مشاہدہ ہے اگر آپ اور دوسرے سبھی کسی اچھے آدمی کو پاگل یا بیوقوف کہنا شروع کر دیں تو کچھ دنوں کے بعد اس موسوم آدمی سے ویسے ہی افعال سرزد ہونے لگتے ہیں کیا یہ غلط ہے؟

جسم انسانی ایک زندہ چشمہ یا زندہ مشین ہے جس میں بے جان سے بے جان غذا جا کر جاندار بن جاتی ہے اگر چشمہ حیات گندے سوتوں کو لے کر آئے تو ظاہر ہے کہ اس کے اندر اچھی سے اچھی چیز بھی داخل ہو کر خراب ہی ہو رہے گی، دایہ کا مقام یہی ہے، اگر دایہ بدنفس و بدنسل ہو گی تو چاہے اسے کیسی ہی اچھی سے اچھی غذا دے کر عمدہ سے عمدہ دودھ کیوں نہ پیدا کیا جائے، اس عمدہ دودھ کا اس کی جسمانی بداصل مشنری میں جا کر ملوث بہ برائی ہو جانا لازمی ہے اور اس دودھ کو پی کر بچے پر اس کا خراب اثر پڑنا ناگزیر ہے۔ یہ تھا اجمالاً فلسفہ حسن سیرت و حسن باطنی اور بدسیرتی اور بدباطنی کا۔

اب حسن ظاہری یعنی حسن صورت کی ضرورت دایہ کیلئے کیوں ہے؟ اسے بھی ملاحظہ فرمالیں۔ بچہ ایک معصوم دنیا سے ہو کر آرہا ہے جس کا دل و دماغ جو جسمانی سلطنت کے بادشاہ و وزیر ہیں بالکل ہی سادہ لوح اور صاف مزاج ہیں، قبیح شکل دایہ کے ڈراونے و بدصورت خدوخال بچے کی آنکھوں کے ذریعہ سادہ دل و دماغ پر مرتسم ہوتے رہیں گے تا اینکہ کچھ دنوں کے بعد اس

کا معصوم دل ویسا ہی کٹھور و بدنما ہو جائے گا جس طرح فلم کی پلیٹ جس کے سامنے جو بھی شکل آتی ہے منعکس ہو جاتی ہے اور اب اس کے بعد وہ دوسرا عکس نہیں لیتی۔

بچوں کی رضاعت کا کل زمانہ دو برس اگرچہ ہوتا ہے مگر ان میں شروع کے چالیس دن بڑی اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ ان چالیس دنوں میں بچوں کی جسمانی نشوونما حد سے زائد تیز اور بنیادی ہوتی ہے اس لئے ان ایام میں حسن صورت و حسن سیرت والی دایہ کا دودھ دینا بھی بہت ضروری ہے، انھیں دنوں میں بچوں کے گوشت پوست اور ہڈیاں خون سے تیار ہوتے ہیں جو جسمانی بنیادی اینٹ ہیں جس پر آئندہ ظاہری و باطنی عملی زندگی کا دار و مدار ہے۔ جسم انسانی کی نشوونما بناتی ہے جس طرح ایک ماہر باغبان گلاب کے پھولوں پر اس کی جڑوں میں طوطیائی پانی دے کر گلابی رنگ میں طوطیائی رنگت کی آمیزش کر دیتا ہے، بچہ چاہے اچھے والدین سے کیسی ہی عمدہ سے عمدہ فطرت کیوں نہ لایا ہو خراب سیرت کے خراب دودھ سے بد شکل و بد سیرت ہو جانا لازمی امر ہے۔ خراب غذا (یہاں دودھ مراد ہے) کے اثرات یوں تو انسان کے آخری عمر تک ہر زمانہ میں ظاہر کرتے اور اثر دکھاتے ہیں مگر ان اوائلی چالیس دنوں میں بہت زائد اور اس کے بعد دو برسوں تک بہت کافی دخل رکھتے ہیں، بچہ کا جسم چھوٹے پودے کی نرم شاخ کے مانند ہے، بچہ کے اعضا و جوارح بہت نرم ہوتے ہیں جو قبول اثرات غذائیہ و اخلاقیہ کے لئے ہمہ تن تیار رہتے ہیں کیونکہ فطرت اس وقت انھیں بہت جلد بالیدہ کر کے حوادثات زمانہ کے مقابلہ کے لئے جلد سے جلد تیار کر دینا چاہتی ہے کیونکہ تاخیر ہونے پر تلف ہو جانے کا

اندیشہ ہوتا ہے اس لئے وہ اس دور کے غذائی حالات کو بڑی چاہت سے اپنا لیتی ہے۔ اور بچے کا جسم بس دایہ کے غذائی روحانی و ظاہری اثرات میں مکمل ڈھل جاتا ہے ؎

بچے ہیں خو اٹھے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

ہدایات

نوزائیدہ بچے کو دن میں دو تین بار دودھ دینا چاہئے۔ شروع میں زیادہ دودھ نہ دیں بہتر یہ ہے کہ پہلے ماں کا دودھ نہ دیں بلکہ پہلے شہد چٹائیں۔ اور اگر بچہ شہد نہ چاٹے تو ماں کے سینہ کو گرم پانی سے دھو کر بچہ کو سینہ سے لگا دیں صبح کو دو تین چھینٹے دودھ ماں کے چھاتی کے گرا دیں تب بچے کو پلائیں، دودھ ایک ہی دفعہ بھر پیٹ ہرگز نہ پلائیں۔ بچہ جب دودھ کے لیے روئے تب دودھ دیں کہ رونا بھوک کی پہچان میں ہے اور بچوں کے لئے مفید بھی ہے۔ رات کو ہر وقت دودھ نہ دیں، بلکہ شام کے بعد دو دفعہ دودھ دے کر سلادیں۔ اگر درمیان میں بچہ روئے تو لوری دے کر پھر سلا دیں۔ بعض عورتیں سونے میں خلل پڑنے کے ڈر سے جب بچہ رویا منہ میں پستان لگا کر سو رہتی ہیں اس سے بچہ کی عادت بھی خراب ہو جاتی ہے اور اسے نقصان بھی پہنچتا ہے، دودھ پلانے کے بعد پالنے پر رکھ کر یا گود میں لوری دے کر سلا دینا چاہئے۔ اگر کسی غیر عورت کا دودھ دیا جائے تو اس کے شرائط اوپر گذرے ہیں۔ اس کا خیال بھی ضروری ہے کہ جس عورت کا دودھ دیا جائے بچے کا دودھ بچے کو اور بچی کا دودھ بچی کو دیا جائے۔

یہ باتیں مختصراً بطور ہدایت لکھ دی گئیں اس کے تفصیلی حالات بچوں کی پرورش

کے حالات کی کتابوں میں مزید دیکھنا چاہیے۔ دن میں کئی بار بچوں کو گھٹی دینا بھی ضروری ہے۔ اس سے بچے کی قوت ہاضمہ درست رہتی ہے۔ بچے کو چھوٹپن ہی سے غسل کا عادی بھی بنانا بہت اچھا ہے۔

تیسری منزل

تربیت اولاد

بچے جب زمانہ رضاعت کو ختم کر کے منزل تربیت میں آجاتے ہیں تو اس وقت ان میں کچھ کچھ احساس پہلے سے زائد پیدا ہونے لگتا ہے گویا ان کے قوائے شعوریہ بیدار ہو جاتے ہیں اور اب وہ ظاہری دنیا سے سبھی کچھ حاصل کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

ماں باپ کے روزانہ کے رہن سہن کے طریقے یہ وہ زندہ مثالیں بچوں کے لئے ہیں جہاں وہ اعلی سے اعلی اور بدتر سے بدتر خصائل حاصل کر سکتے ہیں اسی طرز معاشرت کے اثرات سے چال چلن کے اصول بچوں کے ذہن نشیں ہوتے ہیں۔ اور جس کے مطابق بچے آئندہ زندگی میں عمر بھر عملدرآمد کرتے ہیں اسی طرز معاشرت سے بچوں میں انسانیت کے اصول جاگزیں ہوتے ہیں۔ یہ ایک قدرت کا ترتیب دادہ سلسلہ ہے کہ ابتدائی زندگی آئندہ زندگی کی تمہید ہے دماغ و خیال کی درستی پہلے ماں باپ کی گود ہی سے ہوتی ہے، بچوں میں تقلید کا مادہ قدرتاً دیا گیا ہے لہذا وہ اس سے باز نہیں رہ سکتے۔ ان کے لئے والدین کے جملہ عادات و طور طریقے طرز کلام مثل نمونوں کے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے چال چلن کو درست کرنے کے لئے

عمدہ نمونے پیش کرنے ضروری ہیں تاکہ یہ تقلید ان کے حق میں آئندہ زندگی کے واسطے مفید ثابت ہو، کسی بچے کی تعلیم یافتہ ماں صدہا معلموں سے کہیں بہتر ہے کیونکہ اس کے افعال و اقوال کی درستی اس کے بچے کے دماغ میں اور آنکھوں میں بلا مشقت پہونچتی ہے اور پھر عمدہ اثر پیدا کرتی ہے۔ ساں کی یہ تمثیل تعلیم سے بدرجہا بہتر ہے تعلیم صرف زبانی ہوتی ہے۔ مگر یہ تمثیل جسے تربیت کہتے ہیں عملی نمونے ہیں، جن کی تقلید کی جاتی ہے۔ جس گھر یا خاندان میں عمدہ فرائض جاری ہیں۔ جہاں عقلمندی سے طبیعت و دماغ کی تربیت کی جاتی ہے۔ جہاں روزانہ زندگی میں نیکی اور ایمانداری کا برتاؤ ہو رہا ہے۔ اور جہاں مہربانی، محبت اور ہمدردی کی تعلیم عملاً دی جا رہی ہے تو اس خاندان کے بچے البتہ لائق و الشمند، ہونہار اور فیض رساں ہو سکتے ہیں۔ اور برعکس اس کے جس خاندان میں جہالت، بے وقوفی اور خود غرضی پھیلی ہوئی ہے تو وہاں کی اولاد بھی جاہل ناشائستہ اور غیر مہذب ہو جائے گی۔ ایک قدیم یونانی حکیم کا مقولہ ہے کہ اگر کسی بچے کا معلم کوئی غلام مقرر کیا جائے تو گویا ہمارے لئے ایک کے بجائے اب دو غلام تیار ہو جائیں گے۔

کسی دوسرے کی بہ نسبت عورتوں کی تعلیم کا اثر زیادہ ہوتا ہے کیونکہ لوازمات انسانیت میں جہاں مرد مثل دماغ، قوت ممیزہ اور طاقت کے ہے عورت مثل طبیعت قوت محسوسہ، لطافت، تربیت اور تسکین کے ہے۔ مرد دماغ کو درست کرتا ہے اور عورت قوت مدرکہ ٹھیک کرتی ہے جو خاص کر چال چلن کے لئے بہت ضروری ہے مرد ذہن کو خیالات سے مملو کرتا ہے اور عورت اثر ڈالتی ہے۔ عورتوں یعنی ماؤں ہی کے ذریعہ جسم میں نیکی اور بھلائی کی قابلیت پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ اگر کسی بچے کی تربیت کوئی نالائق و جاہل عورت کر رہی ہو تو آئندہ زندگی میں اس خرابی کا کوئی معقول علاج نہیں ہو سکتا۔ یہاں پر ایک حکایت نقل کر دینی خالی